سلامتی کا راستہ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(یہ خطبہ ریاست کپورتھلہ میں ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کے ایک مشترکہ اجتماع کے سامنے عرض کیا گیا تھا)

صاحبو! اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ بازار میں ایک دکان ایسی ہے جس کا کوئی دوکان دار نہیں ہے نہ اس میں کوئی مال لانے والا ہے، نہ بیچنے والا، اور نہ کوئی اس کی رکھوالی کرتا ہے، دوکان خودبخود چل رہی ہے، خودبخود اس میں مال آجاتا ہے اور خودبخود خریداروں کے ہاتھ فروخت ہوجاتا ہے، تو کیا آپ اس شخص کی بات مان لیں گے؟ کیا آپ تسلیم کرلیں گے کہ کسی دوکان میں مال لانے والے کے بغیر خودبخود بھی مال آسکتا ہے؟ مال بیچنے والے کے بغیر خودبخود فروخت بھی ہوسکتا ہے، حفاظت کرنے والے کے بغیر خودبخود چوری اور لوٹ سے بھی محفوظ رہ سکتا ہے؟ اپنے دل سے پوچھیے، ایسی بات آپ کبھی مان سکتے ہیں؟ جس کے ہوش وحواس ٹھکانے ہوں کیا اس کی عقل میں یہ بات کبھی آسکتی ہے کہ کوئی دوکان دنیا میں ایسی بھی ہوگی؟

فرض کیجئے، ایک شخص آپ سے کہتا ہے کہ اس شہر میں ایک کارخانہ ہے جس کا نہ کوئی مالک ہے، نہ انجینئر، نہ مستری، سارا کارخانہ خودبخود قائم ہوگیا ہے ساری مشینیں خودبخود بن گئیں خود ہی سارے پرزے اپنی اپنی جگہ لگ بھی گئے، خود ہی ساری مشینیں چل بھی رہی ہیں، اور خود ہی ان میں سے عجیب عجیب چیزیں بن بن کر نکل رہی ہیں، سچ بتائیے جو شخص آپ سے یہ بات کہے گا آپ حیرت سے اس کا منہ نہ تکنے لگیں گے؟ آپ کو یہ شبہ نہ ہوگا کہ اس کا دماغ کہیں خراب تو نہیں ہوگیا ہے؟ کیا ایک پاگل کے سوا ایسی بے ہودہ بات کوئی کہہ سکتا ہے؟

دور کی مثالوں کو چھوڑیئے۔ یہ بجلی کا بلب جو آپ کے سامنے جل رہا ہے کیا کسی کے کہنے سے آپ یہ مان سکتے ہیں کہ روشنی اس بلب میں آپ سے آپ پیدا ہوجاتی ہے، یہ کرسی جو آپ کے سامنے رکھی ہے، کیا کسی بڑے سے بڑے فاضل فلسفی کے کہنے سے بھی آپ یہ باور کرسکتے ہیں کہ خودبخود بن گئی ہے؟ یہ کپڑے جو آپ پہنے ہوئے ہیں، کیا کسی علامہ دہر کے کہنے سے بھی آپ یہ تسلیم کرنے کے کیلئے تیار ہوجائیں گے کہ ان کو کسی نے بنا نہیں ہے، یہ خود ہی بن گئے ہیں؟ یہ گھر جو آپ کے سامنے کھڑے ہیں اگر تمام دنیا کی یونیورسٹیوں کے پروفیسر مل کر بھی آپ کو یقین دلائیں کہ ان گھروں کو کسی نے نہیں بنایا ہے، بلکہ یہ خود بن گئے ہیں، تو کیا ان کے یقین دلانے سے آپ کو ایسی لغو بات پر یقین آجائے گا؟

یہ چند مثالیں آپ کے سامنے کی ہیں، رات دن جن چیزوں کو آپ دیکھتے ہیں انہیں میں سے چند ایک میں نے بیان کی ہیں، اب غور کیجئے ایک معمولی دکان کے متعلق جب آپ کی عقل یہ نہیں مان سکتی کہ وہ کسی قائم کرنے والے کے بغیر قائم ہوگئی اور کسی چلانے والے کے بغیر چل رہی ہے۔ جب ایک ذرا سے کارخانے کے متعلق آپ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوسکتے کہ وہ کسی بنانے والے کے بغیر بن جائے گا اور کسی چلانے والے کے بغیر چلتا رہے گا تو یہ زمین و آسمان کا زبردست کارخانہ جو آپ کے سامنے چل رہا ہے جس میں چاند اور سورج اور بڑے بڑے سیارے گھڑی کے پرزے کی طرح حرکت کررہے ہیں، جس میں سمندروں سے بھاپیں اٹھتی ہیں، بھاپوں سے بادل بنتے ہیں، بادلوں کو ہوائیں اڑا کر زمین کے کونے کونے میں پھیلاتی ہیں، پھر ان کو مناسب وقت پر ٹھنڈک پہنچا کر دوبارہ بھاپ سے پانی بنایا جاتا ہے پھر وہ پانی بارش کے قطروں کی صورت میں زمین پر گرایا جاتا ہے۔ پھر اس بارش کی بدولت مردہ زمین کے پیٹ

سے طرح طرح کے لہلہاتے ہوئے درخت نکالے جاتے ہیں، قسم قسم کے غلے، رنگ برنگ کے پھل اور وضع وضع کے پھول پیدا کیے جاتے ہیں۔ اس کارخانے کے متعلق آپ یہ کیسے مان سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ کسی بنانے والے کے بغیر خود بن گیا اور کسی چلانے والے کے بغیر خود چل رہا ہے۔ ایک ذرا سی کرسی، ایک گز بھر کپڑے، ایک چھوٹی سی دیوار کے متعلق کوئی کہہ دے کہ یہ چیزیں خود بنی ہیں، تو آپ فوراً فیصلہ کردیں گے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ پھر بھلا اس شخص کے دماغ کی خرابی میں کیا شک ہوسکتا ہے جو کہتا ہے کہ زمین خود بن گئی، جانور خود پیدا ہو گئے، انسان جیسی حیرت انگیز چیز آپ سے آپ بن کر کھڑی ہو گئی۔

آدمی کا جسم جن اجزاء سے مل کر بنا ہے، ان سب کو سائنس دانوں نے الگ الگ کرکے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کچھ لوہا ہے، کچھ کوئلہ، کچھ گندھک، کچھ فاسفورس، کچھ کیلشیم، کچھ نمک، چند گیسیں اور بس ایسی ہی چند اور چیزیں جن کی مجموعی قیمت چند روپیوں سے زیادہ نہیں۔ یہ چیزیں جتنے جتنے وزن کے ساتھ آدمی کے جسم میں شامل ہیں، اتنے ہی وزن کے ساتھ انہیں لے لیجئے اور جس طرح جی چاہے ملا کر دیکھ لیجئے۔ آدمی کسی ترکیب سے نہ بن سکے گا۔ پھر کس طرح آپ کی عقل یہ مان سکتی ہے کہ ان چند بے جان چیزوں سے دیکھتا، سنتا، بولتا، چلتا، پھرتا انسان، وہ انسان جو ہوائی جہاز اور ریڈیو بناتا ہے، کسی کاریگر کی حکمت کے بغیر خود بخود بن جاتا ہے؟

کبھی آپ نے غور کیا کہ ماں کے پیٹ کی چھوٹی سی فیکٹری میں کس طرح آدمی تیار ہوتا ہے؟ باپ کی کارستانی کا اس میں کوئی دخل نہیں، ماں کی حکمت کا اس میں کوئی کام نہیں۔ ایک ذرا سی تھیلی میں دو کیڑے، جو خوردبین کے بغیر دیکھے تک نہیں جاسکتے، نہ معلوم کب آپس میں مل جاتے ہیں ماں کے خون ہی سے ان کو غذا پہنچنی شروع ہوتی ہے، وہی لوہا، گندھک، فاسفورس وغیرہ تمام چیزیں، جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے، ایک خاص وزن اور خاص نسبت کے ساتھ وہاں جمع ہو کر لوتھڑا بنتی ہیں پھر اس لوتھڑے میں جہاں آنکھیں بننی چاہئیں وہاں آنکھیں بنتی ہیں، جہاں کان بننے چاہئیں وہاں کان بنتے ہیں، جہاں دماغ بننا چاہیے وہاں دماغ بنتا ہے۔ جہاں دل بننا چاہیے وہاں دل بنتا ہے ہڈی اپنی جگہ پر، گوشت اپنی جگہ پر، غرض ایک ایک پرزہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک بیٹھتا ہے، پھر اس میں جان پڑتی ہے، دیکھنے کی طاقت، سننے کی طاقت، چکھنے اور سونگھنے کی طاقت، بولنے کی طاقت، سوچنے اور سمجھنے کی طاقت، اور کتنی بے حد وحساب طاقتیں اس میں بھی جاتی ہیں، اس طرح جب انسان مکمل ہوجاتا ہے تو پیٹ کی وہی چھوٹی سی فیکٹری جہاں نو مہینے تک وہ بن رہا تھا، خود زور کرکے اسے باہر دھکیل دیتی ہے اور دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے کہ اس فیکٹری میں ایک ہی طریقے سے لاکھوں انسان روز بن کر نکلتے رہتے ہیں مگر ہر ایک کا نمونہ جدا ہے، شکل جدا، رنگ جدا، آواز جدا، قوتیں اور قابلیتیں جدا، طبیعتیں اور خیالات جدا، اخلاق اور صفات جدا۔ غرض ایک ہی پیٹ سے نکلے ہوئے دو سگے بھائی تک ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ یہ ایک ایسا کرشمہ ہے جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اس کرشمے کو دیکھ کر بھی جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ کام کسی زبردست حکمت والے زبردست قدرت والے زبردست علم اور بے نظیر کمالات رکھنے والے خدا کے بغیر ہو رہا ہے، یا ہوسکتا ہے، یقیناً اس کا دماغ درست نہیں ہے۔ اس کو عقل مند سمجھنا عقل کی توہین کرنا ہے۔ کم از کم میں تو ایسے شخص کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی معقول مسئلے پر اس سے گفتگو کروں۔

توحید

اچھا، اب ذرا اور آگے چلیے آپ میں سے ہر شخص کی عقل اس بات کی گواہی دے گی کہ دنیا میں کوئی کام بھی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا کبھی باضابطگی و باقاعدگی سے نہیں چل سکتا۔ جب تک کہ کوئی ایک شخص اس کا ذمہ دار نہ ہو۔ ایک

مدرسے کے دو ہیڈ ماسٹر، ایک محکمہ کے دو ڈائرکٹر، ایک فوج کے دو سپہ سالار، ایک سلطنت کے دو رئیس، یا بادشاہ کبھی آپ نے سنے ہیں، اور کہیں ایسا ہو تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایک دن کے لئے بھی انتظام ٹھیک ہو سکتا ہے؟ آپ اپنی زندگی کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں اس کا تجربہ کرتے ہیں کہ جہاں ایک کام کو ایک سے زیادہ آدمیوں کی ذمہ داری پر چھوڑا جاتا ہے وہاں سخت بد انتظامی ہوتی ہے، لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، اور آخر ساجھے کی ہنڈیا چوراہے پر پھوٹ کر رہتی ہے۔ انتظام، باقاعدگی، ہمواری اور خوش اسلوبی دنیا میں جہاں کہیں بھی آپ دیکھتے ہیں وہاں لازمی طور پر کوئی ایک طاقت کارفرما ہوتی ہے، کوئی ایک ہی وجود با اختیار و با اقتدار ہوتا ہے اور کسی ایک ہی کے ہاتھ میں سررشتہ کا رہتا ہے اس کے بغیر انتظام کا آپ تصور نہیں کر سکتے۔

یہ ایسی سیدھی بات ہے کہ کوئی شخص جو تھوڑی عقل بھی رکھتا ہو اسے ماننے میں تامل نہ کرے گا، اس بات کو ذہن میں رکھ کر ذرا اپنے گرد و پیش کی دنیا پر نظر ڈالئے۔ یہ زبردست کائنات جو آپ کے سامنے پھیلی ہوئی ہے یہ کروڑوں سیارے جو آپ کے اوپر گردش کرتے نظر آتے ہیں، یہ زمین جس پر آپ رہتے ہیں، یہ چاند جو راتوں کو نکلتا ہے، یہ سورج جو ہر روز طلوع ہوتا ہے، یہ زہرہ، یہ مریخ، یہ عطارد، یہ مشتری اور یہ دوسرے بے شمار تارے جو گیندوں کی طرح گھوم رہے ہیں، دیکھئے ان سب کے گھومنے میں کیسی سخت باقاعدگی ہے کبھی رات اپنے وقت سے پہلے آتی ہوئی آپ نے دیکھی؟ کبھی دن سے وقت سے پہلے نکلا؟ کبھی چاند زمین سے ٹکر لیا؟ کبھی سورج اپنا راستہ چھوڑ کر ہٹا؟ کبھی کسی اور ستارے کو آپ نے ایک بال برابر بھی اپنی گردش کی راہ سے ہٹتے ہوئے دیکھا یا سنا؟ یہ کروڑہا سیارے جن میں سے بعض ہماری زمین سے لاکھوں گنے بڑے ہیں اور بعض سورج سے بھی ہزاروں گنے بڑے، یہ سب گھڑی کے پرزوں کی طرح ایک زبردست ضابطے میں کسے ہوئے اور بندھے ہوئے حساب کے مطابق اپنی اپنی مقررہ رفتار کے ساتھ اپنے مقررہ راستے پر چل رہے ہیں، نہ کسی کی رفتار میں ذرہ برابر فرق آتا ہے نہ کوئی اپنے راستے سے بال برابر ہٹ سکتا ہے۔ ان کے درمیان جو نسبتیں قائم کردی گئی ہیں۔ اگر ان میں ایک پل کے لئے ذرا سا فرق بھی آجائے تو سارا انتظام عالم درہم برہم ہو جائے، جس طرح ریلیں ٹکراتی ہیں اسی طرح سیارے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں۔

یہ تو آسمان کی باتیں ہیں، ذرا اپنی زمین اور اپنی ذات پر نظر ڈال کر دیکھئے اس مٹی کی گیند پر یہ سارا زندگی کا کھیل جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ سب چند بندھے ہوئے ضابطوں کی بدولت قائم ہے۔ زمین کی کشش نے ساری چیزوں کو اپنے حلقے میں باندھ رکھا ہے، ایک سکنڈ کے لئے بھی اگر وہ اپنی گرفت چھوڑ دے تو سارا کارخانہ بکھر جائے۔ اس کارخانہ میں جتنے کل پرزے کام کر رہے ہیں سب کے سب ایک قاعدے کے پابند ہیں اور اس قاعدے میں کبھی فرق نہیں آتا، ہوا اپنے قاعدے کی پابندی کر رہی ہے، پانی اپنے قاعدے میں بندھا ہوا ہے، روشنی کے لئے جو قاعدہ ہے اس کی وہ مطیع ہے، گرمی اور سردی کے لئے جو ضابطہ اس کی وہ غلام ہے مٹی پتھر، دھاتیں، بجلی، اسٹیم، درخت، جانور کسی میں یہ مجال نہیں کہ اپنی حد سے بڑھ جائے، یا اپنی خاصیتوں کو بدل دے، یا کام کو چھوڑ دے جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔

پھر اپنی اپنی حد کے اندر اپنے اپنے ضابطے کی پابندی کرنے کے ساتھ اس کارخانے کے سارے پرزے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں، اور دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ ساری چیزیں اور ساری قوتیں مل کر کام کر رہی ہیں۔ ایک ذرا بیج کی مثال لے لیجئے، جس کو آپ زمین میں بوتے ہیں وہ کبھی پرورش پا کر درخت بن ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ زمین اور آسمان کی ساری قوتیں مل کر اس کی پرورش میں حصہ نہ لیں۔ زمین اپنے خزانوں سے اس کو غذا دیتی ہے، سورج اس کی ضرورت کے مطابق اسے گرمی پہونچاتا ہے، پانی سے جو کچھ وہ مانگتا ہے وہ پانی دیتا ہے، ہوا اسے جو کچھ وہ طلب کرتا ہے وہ ہوا دیتی ہے، راتیں اسے ٹھنڈک اور اوس بہم پہونچاتی ہیں، دن اسے گرمی پہونچا کر پختگی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس طرح مہینوں اور برسوں تک مسلسل ایک

باقاعدگی کے ساتھ یہ سب مل جل کر اسے پالتے پوستے ہیں، تب جاکر کہیں درخت بنتا ہے اور اس میں پھل آتے ہیں، آپ کی یہ ساری فصلیں جن کے بل بوتے پر آپ جی رہے ہیں انہیں بے شمار مختلف قوتوں کے بالاتفاق کام کرنے ہی کی وجہ سے تیار ہوتی ہیں بلکہ آپ خود زندہ اسی وجہ سے ہیں کہ زمین اور آسمان کی تمام طاقتیں متفقہ کاروبار سے الگ ہو جائے تو آپ ختم ہو جائیں اگر پانی ہوا اور گرمی کے ساتھ موافقت کرنے سے انکار کر دے تو آپ پر بارش کا ایک قطرہ نہ برس سکے۔ اگر مٹی پانی کے ساتھ اتفاق کرنا چھوڑ دے تو آپ کے باغ سوکھ جائیں، آپ کی کھیتیاں کبھی نہ پکیں، اور آپ کے مکان کبھی نہ بن سکیں۔ اگر دیا سلائی کی رگڑ سے آگ پیدا ہونے پر راضی نہ ہو تو آپ کے چولھے ٹھنڈے ہو جائیں، اور آپ کے سارے کارخانے یک لخت بیٹھ جائیں، اگر لوہا آگ کے ساتھ تعلق رکھنے سے انکار کر دے تو آپ ریلیں اور موٹریں تو درکنار ایک چھری تک نہ بنا سکیں، غرض یہ ساری دنیا جس میں آپ جی رہے ہیں یہ صرف اس وجہ سے قائم ہے کہ اس عظیم الشان السلطنت کے سارے محکمے پوری پابندی کے ساتھ ایک دوسرے سے مل کر کام کر رہے ہیں اور کسی محکمے کے کسی اہلکار کی یہ مجال نہیں ہے کہ اپنی ڈیوٹی سے ہٹ جائے یا ضابطے کے مطابق دوسرے محکموں کے اہلکاروں سے اشتراک عمل نہ کرے۔

یہ جو کچھ میں نے آپ سے بیان کیا ہے کیا اس میں کوئی بات جھوٹ یا خلاف واقعہ ہے؟ شاید آپ میں سے کوئی بھی اسے جھوٹ نہ کہے گا۔ اچھا اگر یہ سچ ہے تو مجھے بتائیے کہ یہ زبردست انتظام، یہ حیرت انگیز باقاعدگی، یہ کمال درجہ کی ہمواری، یہ زمین و آسمان کی بے حد و حساب چیزوں اور طاقتوں میں کامل موافقت آخر کس وجہ سے ہے؟ کروڑوں برس یہ کائنات یوں ہی قائم چلی آرہی ہے لکھو کھا سال سے اس زمین پر درخت اگ رہے ہیں، جانور پیدا ہو رہے ہیں، اور نہ معلوم کب سے انسان اس زمین پر جی رہا ہے۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ، چاند زمین پر گر جاتا، یا زمین سورج سے ٹکراتی، کبھی رات اور دن کے حساب میں فرق نہ آیا۔ کبھی ہوا کے محکمے کی پانی کے محکمے سے لڑائی نہ ہوئی، کبھی پانی مٹی سے نہ روٹھا، کبھی گرمی نے آگ سے رشتہ نہ توڑا، آخر اس سلطنت کے تمام صوبے، تمام محکمے، تمام ہرکارے اور کارندے کیوں اس طرح قانون اور ضابطے کی پابندی کیے چلے جا رہے ہیں؟ کیوں ان میں لڑائی نہیں ہوتی؟ کیوں نساد برپا نہیں ہوتا؟ کس چیز کی وجہ سے یہ سب ایک انتظام میں بندھے ہوئے ہیں؟ اس کا جواب اپنے دل سے پوچھیے کیا وہ گواہی نہیں دیتا کہ ایک ہی خدا اس ساری کائنات کا بادشاہ ہے۔ ایک ہی کا فرمان سب پر چل رہا ہے، ایک ہی ہے جس کی زبردست طاقت نے سب کو اپنے ضابطے میں باندھ رکھا ہے؟ اگر دس بیس نہیں دو خدا بھی اس کائنات کے مالک ہوتے، تو یہ انتظام اس باقاعدگی کے ساتھ کبھی نہ چل سکتا۔ ایک ذرا سے مدرسے کا انتظام تو دو ہیڈ ماسٹروں کی ہیڈ ماسٹری برداشت نہیں کر سکتا، پھر بھلا اتنی بڑی زمین و آسمان کی سلطنت دو خداؤں کی خدائی میں کیسے چل سکتی تھی؟

پس واقعہ صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ دنیا کسی بنانے والے کے بغیر نہیں بنی ہے، بلکہ یہ بھی واقعہ ہے کہ اس کو ایک ہی نے بنایا ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ اس دنیا کا انتظام کسی حاکم کے بغیر نہیں چل رہا ہے بلکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ حاکم ایک ہی ہے۔ انتظام کی باقاعدگی صاف کہہ رہی ہے کہ یہاں ایک کے سوا کسی کے ہاتھ میں حکومت کے اختیارات نہیں ہیں، ضابطے کی پابندی منہ سے بول رہی ہے کہ اس سلطنت میں ایک حاکم کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا۔ قانون کی سخت گیری شہادت دے رہی ہے کہ ایک بادشاہ کی حکومت زمین سے آسمان تک قائم ہے۔ چاند، سورج اور سیارے اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ زمین اپنی تمام چیزوں کے ساتھ اسی کے تابع فرمان ہے۔ ہوا اسی کی غلام ہے، پانی اسی کا بندہ ہے، دریا اور پہاڑ اسی کے محکوم ہیں۔ درخت اور جانور اسی کے مطیع ہیں، انسان کا جینا اور مرنا اسی کے اختیار میں ہے۔ اس کی مضبوط گرفت نے سب کو پوری قوت کے ساتھ جکڑ رکھا ہے، اور کوئی اتنا زور نہیں رکھتا کہ اس کی حکومت میں اپنا حکم چلا سکے، درحقیقت اس مکمل تنظیم میں ایک سے زیادہ حاکموں کی گنجائش ہی نہیں ہے، تنظیم کی فطرت

یہ چاہتی ہے کہ حکم میں ایک شمہ برابر بھی کوئی اس کا حصہ دار نہ ہو، تنہا وہی حاکم ہو اور اس کے سوا سب محکوم ہوں، کیونکہ کسی دوسرے کے ہاتھ میں فرمانروائی کے ادنی سے اختیارات ہونے کے معنی بھی بدنظمی اور فساد کے ہیں۔ حکم چلانے کے لئے صرف طاقت ہی درکار نہیں ہے علم بھی درکار ہے اتنی وسیع نظر درکار ہے کہ تمام کائنات کو بیک وقت دیکھ سکے اور اس کی مصلحتوں کو سمجھ کر احکام جاری کر سکے۔ اگر خداوند عالم کے سوا کچھ چھوٹے چھوٹے خدا ایسے ہوتے جو گو وہ جہاں بین تو نہ رکھتے لیکن انہیں دنیا کے کسی حصہ یا کسی معاملے میں اپنا حکم چلانے کا اختیار حاصل ہوتا، تو یہ زمین و آسمان کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ ایک معمولی مشین کے متعلق بھی آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی ایسے شخص کو اس میں دخل اندازی کا اختیار دے دیا جائے جو اس سے پوری طرح واقف نہ ہو تو وہ اسے بگاڑ کر رکھ دے گا، لہٰذا عقل یہ فیصلہ کرتی ہے، اور زمین و آسمان کے نظام سلطنت کا انتہائی باضابطگی کے ساتھ چلنا اس کی گواہی دیتا ہے کہ اس سلطنت کے اختیارات شاہی میں ایک خدا کے سوا کسی کا ذرہ برابر حصہ نہیں ہے۔

یہ صرف ایک واقعہ ہی نہیں ہے، حق یہ ہے کہ خدا کی خدائی میں خود خدا کے سوا کسی حکم چلنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے جن کو اس نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے، جو اس کی مخلوق ہیں، جن کی ہستی اس کی عنایت سے قائم ہے جو اس سے بے نیاز ہے، خود اپنے بل بوتے پر ایک لمحے کے لئے بھی موجود نہیں رہ سکتے، ان میں سے کسی کی یہ حیثیت کب ہو سکتی ہے کہ خدائی میں اس کا حصہ دار بن جائے؟ کیا کسی نوکر کو آپ نے ملکیت میں آقا کا شریک ہوتے دیکھا ہے؟ کیا آپ کی عقل میں یہ بات آتی ہے کہ کوئی مالک اپنے غلام کو اپنا ساجھی بنالے؟ کیا خود آپ میں سے کوئی شخص اپنے ملازموں میں سے کسی کو اپنی جائدادوں میں یا اپنے اختیارات میں حصہ دار بناتا ہے؟ اس بات پر جب آپ غور کریں گے تو آپ کا دل گواہی دے گا کہ خدا کی اس سلطنت میں کسی بندے کو خود مختارانہ فرمانروائی کا کوئی حق حاصل ہی نہیں ہے، ایسا ہونا نہ صرف واقعے کے خلاف ہے، نہ صرف عمل اور فطرت کے خلاف ہے، بلکہ حق کے خلاف بھی ہے۔

انسان کی تباہی کا اصلی سبب

صاحبو! یہ وہ بنیادی حقیقتیں ہیں جن پر اس دنیا کا پورا انتظام چل رہا ہے، آپ اس دنیا سے الگ نہیں ہیں، بلکہ اس کے اندر اس کے ایک جز کی حیثیت سے رہتے ہیں لہٰذا آپ کی زندگی کے لئے بھی یہ حقیقتیں اسی طرح بنیادی ہیں، جس طرح کل جہان کے لئے ہیں۔

آج یہ سوال آپ میں سے ہر شخص کے لئے اور دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ایک پریشان کن گتھی بنا ہوا ہے، آخر ہم انسانوں کی زندگی سے امن چین کیوں رخصت ہو گیا؟ کیوں آئے دن ہم پر یہ مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں؟ کیوں ہماری زندگی کی کل بگڑ گئی ہے، قومیں قوموں سے ٹکرا رہی ہیں، ملک ملک کھینچا تانی ہو رہی ہے، آدمی آدمی کے لئے بھیڑیا بن گیا ہے، لاکھوں انسان لڑائیوں میں برباد ہو رہے ہیں، کروڑوں اور اربوں کے کاروبار غارت ہو رہے ہیں، بستیوں کی بستیاں اجڑ رہی ہیں، طاقتور کمزور کو کھائے جاتے ہیں، مالدار غریبوں کو لوٹے لیتے ہیں، حکومت میں ظلم ہے، عدالت میں بے انصافی ہے۔ دولت میں بدمستی ہے، اقتدار میں غرور ہے، دوستی میں بے وفائی ہے، امانت میں خیانت ہے، اخلاق میں راستی نہیں رہی۔ انسان پر سے انسان کا اعتماد اٹھ گیا۔ مذہب کے جامے میں لامذہبی ہو رہی ہے۔ آدم کے بچے لاتعداد گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہر گروہ دوسرے گروہ کو دغا، ظلم، بے ایمانی، ہر ممکن طریقے سے نقصان پہونچانا کار ثواب سمجھ رہا ہے۔ یہ ساری خرابیاں آخر کس وجہ سے ہیں؟ خدا کی خدائی میں، اور جس طرف بھی ہم دیکھتے ہیں امن ہی امن نظر آتا ہے ستاروں میں امن ہے، ہوا میں امن ہے، پانی میں امن ہے، درختوں اور جانوروں میں امن ہے، تمام مخلوق کا انتظام پورے امن کے ساتھ چل رہا ہے، کہیں فساد یا بدنظمی کا نشان نہیں پایا جاتا۔ مگر ایک انسان ہی کی

زندگی کیوں اس نعمت سے محروم ہوگئی؟

یہ ایک بڑا سوال ہے جسے حل کرنے میں لوگوں کو سخت پریشانی پیش آرہی ہے مگر میں پورے اطمینان کے ساتھ اس کا جواب دینا چاہتا ہوں میرے پاس اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آدمی نے اپنی زندگی کو حقیقت اور واقعہ کے خلاف بنادیا ہے اس لئے وہ تکلیف اٹھا رہا ہے، اور جب تک وہ پھر سے حقیقت کے مطابق نہ بنائے گا کبھی چین نہ پا سکے گا۔ آپ چلتی ہوئی ریل کے دروازے کو اپنے گھر کا دروازہ سمجھ بیٹھیں، اور اسے کھول کر بے تکلف اس طرح باہر نکل آئیں جیسے اپنے مکان کے صحن میں قدم رکھ رہے ہیں، تو آپ کی اس غلط فہمی سے نہ ریل کا دروازہ گھر کا دروازہ بن جائے گا اور نہ وہ میدان جہاں آپ گریں گے، گھر کا صحن ثابت ہوگا۔ آپ کی اپنی جگہ کچھ سمجھ بیٹھنے سے حقیقت میں ذرا بھی نہ بدلے گی۔ تیز دوڑتی ہوئی ریل کے دروازے سے جب آپ باہر تشریف لائیں گے تو اس کا جو نتیجہ ظاہر ہونا ہے وہ ظاہر ہو کر ہی رہے گا خواہ ٹانگ ٹوٹنے اور سر پھٹنے کے بعد بھی آپ یہ تسلیم نہ کریں کہ آپ نے جو کچھ سمجھا تھا، غلط تھا، بالکل اسی طرح اگر آپ یہ سمجھ بیٹھیں کہ اس دنیا کا کوئی خدا نہیں ہے، یا آپ خود بن بیٹھیں، یا خدا کے سوا کسی اور کی خدائی مان لیں، تو آپ کے ایسا سمجھنے یا مان لینے سے حقیقت ہرگز نہ بدلے گی۔ خدا خدا ہی رہے گا۔ اس کی زبردست سلطنت جس میں آپ محض رعیت کی حیثیت سے رہتے ہیں، پورے اختیارات کے ساتھ اسی کے قبضے میں رہے گی۔ البتہ آپ اپنی اس غلط فہمی کی وجہ سے جو طرز زندگی اختیار کریں گے۔ اس کا نہایت برا خمیازہ آپ کو بھگتنا پڑے گا۔ خواہ آپ تکلیف اٹھانے کے بعد بھی اپنی اس غلط زندگی کو بجائے خود صحیح ہی سمجھتے رہیں۔

پہلے جو کچھ میں بیان کر چکا ہوں۔ اسے ذرا اپنی یاد میں پھر تازہ کر لیجئے۔ خداوند عالم کسی کے بنائے سے خداوند عالم نہیں بنا ہے، وہ اس کا محتاج نہیں ہے کہ آپ اس کی خدائی خود اپنے زور پر قائم ہے۔ اس نے آپ کو اور اس دنیا کو خود بنایا ہے، یہ زمین، یہ چاند اور سورج اور یہ ساری کائنات اس کے حکم کی تابع ہے۔ اس کائنات میں جتنی قوتیں کام کر رہی ہیں سب اس کے زیر حکم ہیں۔ وہ ساری چیزیں جن کے بل پر آپ زندہ ہیں، اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں، خود آپ کا اپنا وجود اس کے اختیار میں ہے، آپ اس کو نہ مانیں تب بھی یہ واقعہ ہے آپ اس سے آنکھیں بند کر لیں، تب بھی یہ واقعہ ہے، آپ اس کے سوا کچھ اور سمجھ بیٹھیں، تب بھی یہ واقعہ ہے، اب سب صورتوں میں واقعہ کا تو کچھ بھی نہیں بگڑتا، البتہ فرق یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ اس واقعہ کو تسلیم کر کے اپنی وہی حیثیت قبول کریں جو اس واقعہ کے اندر دراصل آپ کی ہے تو آپ کی زندگی درست ہوگی، آپ کو چین ملے گا امن ملے گا اطمینان نصیب ہوگا اور آپ کی زندگی کی ساری کل ٹھیک چلے گی اور اگر آپ نے واقعے کے خلاف کوئی اور حیثیت اختیار کی تو انجام وہی ہوگا جو چلتی ہوئی ریل کے دروازے کو اپنے گھر کا دروازہ سمجھ کر قدم باہر نکالنے کا ہوتا ہے، چوٹ آپ خود کھائیں گے ٹانگ آپ کی ٹوٹے گی، سر آپ کا پھٹے گا، تکلیف آپ کو پہنچے گی، واقعہ جیسا تھا ویسا ہی رہے گا۔

آپ سوال کریں گے کہ اس واقعے کے مطابق ہماری صحیح حیثیت کیا ہے؟ میں چند لفظوں میں اس کی تشریح کر دیتا ہوں، اگر کسی نوکر کو آپ تنخواہ دے کر پال رہے ہوں تو بتائیے اس نوکر کی اصلی حیثیت کیا ہے، یہی نا کہ آپ کی نوکری بجا لائے، آپ کے حکم کی اطاعت کرے، آپ کی مرضی کے مطابق کام کرے، اور نوکری کی حد سے نہ بڑھے، نوکر کا کام آخر نوکری کرنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ آپ اگر افسر ہوں اور کوئی آپ کا ماتحت ہو تو ماتحت کا کام کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ ماتحتی کرے، افسری کی ہوا میں نہ رہے، اور تمام قوتیں اس کے ہاتھ میں ہوں تو ایسی بادشاہی کی موجودگی میں آپ کی حیثیت کیا ہو سکتی ہے؟ یہی نا کہ آپ سیدھی طرح رعیت بن کر رہنا قبول کر لیں۔ اور شاہی قانون کی فرمانبرداری سے قدم باہر نہ نکالیں۔ بادشاہ کی سلطنت کے اندر رہتے ہوئے اگر آپ خود اپنی بادشاہی کا دعویٰ کریں گے یا کسی دوسرے کی بادشاہی مان کر اس حکم پر چلیں گے تو آپ باغی ہوں گے، اور باغی کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ

آپ کو معلوم ہی ہے۔

ان مثالوں سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ خدا کی اس سلطنت میں آپ کی اصلی حیثیت کیا ہے؟ آپ کو اس نے بنایا ہے، قدرتی طور پر آپ کا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے کہ اپنے بنانے والے کی مرضی پر چلیں، آپ کو وہ پال رہا ہے، اور اسی کے خزانے سے آپ تنخواہ لے رہے ہیں، آپ کی کوئی حیثیت اس کے سوا نہیں ہے کہ آپ اس کے نوکر ہیں، آپ کا اور ساری دنیا کا افسر وہ ہے، اس کی افسری میں آپ کی حیثیت ماتحتی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہ زمین اور آسمان سب اس کی جائداد ہیں، اس جائداد میں اس کی مرضی چلے گی، اور اسی کی چلنی چاہئے۔ آپ یہاں اپنی مرضی چلانے کی کوشش کریں گے تو منہ کی کھائیں گے، اس سلطنت میں اس کی بادشاہی اس کے اپنے زور پر قائم ہے، زمین اور آسمان کے سارے محکمے اس کے قبضے میں ہیں۔ اور آپ خواہ راضی ہوں یا ناراض، بہر حال خود آپ اس کی رعیت ہیں، آپ کی اور کسی انسان کی بھی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، کوئی دوسری حیثیت رعیت ہونے کے سواء کچھ نہیں ہے، اسی کا قانون اس سلطنت میں قانون ہے، اور اسی کا حکم حکم ہے، رعیت میں سے کسی کو یہ دعویٰ کرنے کا حق نہیں ہے کہ میں ہز میجسٹی ہوں، یا ہز ہائی نس ہوں، یا ڈکٹیٹر ہوں اور مختار کل ہوں نہ کسی شخص یا پارلیمنٹ، یا اسمبلی یا کونسل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اس سلطنت میں خدا کے بجائے خود اپنا قانون بنائے اور خدا کی رعیت سے کہے کہ ہمارے اس قانون کی پیروی کرو، نہ کسی انسانی حکومت کو یہ حق پہونچتا ہے کہ خدا کے حکم سے بے نیاز ہو کر خدا کے بندوں پر خود اپنا حکم چلائے اور ان سے کہے کہ ہمارے اس حکم کی اطاعت کرو، نہ کسی انسانی گروہ کے لئے یہ جائز ہے کہ اصلی بادشاہ کی رعیت بننے کے بجائے بادشاہی کے جھوٹے مدعیوں میں سے کسی کی رعیت بننا قبول کرے، اصلی بادشاہ کے قانون کو چھوڑ کر قانون سازوں کا قانون تسلیم کرے، اور اصلی حکمراں سے منہ موڑ کر جھوٹ موٹ کی ان حکومتوں کا حکم ماننے لگے، یہ تمام صورتیں بغاوت کی ہیں، بادشاہی کے اختیارات کا دعویٰ کرنا اور ایسے دعوے کو قبول کرنا دونوں حرکتیں رعیت کے لئے بغاوت کا حکم رکھتی ہیں۔ اور اس کی سزا ان دونوں کو ملنی یقینی ہے خواہ جلدی ملے یا دیر میں۔

آپ کی اور ایک ایک انسان کی پیشانی کے بال خدا کی مٹھی میں ہیں۔ جب چاہے پکڑ کر گھسیٹ لے، زمین اور آسمان کی اس سلطنت میں بھاگ جانے کی طاقت کسی میں نہیں ہے۔ آپ اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں لے سکتے۔ مٹی میں مل کر اگر آپ کا ایک ایک ذرہ بھی منتشر ہو جائے، آگ میں جل کر خواہ آپ کی راکھ ہوا میں پھیل جائے، پانی میں بہہ کر خواہ آپ مچھلیوں کی غذا بنیں، یا سمندر کے پانی میں گھل جائیں، ہر جگہ سے خدا پکڑ کر آپ کو بلائے گا۔ ہوا اس کی غلام ہے، زمین اس کی بندی ہے۔ پانی اور اس کی مچھلیاں سب اس کے حکم کی تابع ہیں، ایک اشارے پر سب طرف سے آپ پکڑ میں آ جائیں گے۔ اور پھر وہ آپ میں سے ایک ایک کو بلا کر پوچھے گا کہ میری رعیت ہو کر بادشاہی کا دعویٰ کرنے کا حق تمہیں کہاں سے پہنچ گیا تھا؟ میرے ملک میں اپنا حکم چلانے کے اختیارات تم کہاں سے لائے تھے؟ میری سلطنت میں اپنا قانون جاری کرنے والے تم کون تھے؟ میرے بندے ہو کر دوسروں کی بندگی کرنے پر تم کیسے راضی ہو گئے؟ میرے نوکر ہو کر تم نے دوسروں کا حکم مانا، مجھ سے تنخواہ لے کر دوسروں کو ان داتا اور رازق سمجھا، میرے غلام ہو کر دوسروں کی بندگی کرنے پر تم راضی ہو گئے؟ میرے نوکر ہو کر تم نے دوسروں کا حکم مانا، مجھ سے تنخواہ لے کر دوسروں کو ان داتا اور رازق سمجھا، میرے غلام ہو کر دوسروں کی غلامی کی، میری بادشاہی میں رہتے ہوئے دوسروں کی شاہی مانی، دوسروں کے قانون کو قانون سمجھا، اور دوسروں کے فرامین کی اطاعت کی، یہ بغاوت کس طرح تمہارے لئے جائز ہو گئی تھی؟ فرمایئے آپ میں سے کس کے پاس اس الزام کا جواب ہے؟ کون سے وکیل صاحب وہاں سے اپنے قانونی داؤ پیچ سے بچاؤ کی صورت نکال سکیں گے؟ اور کون سی سفارش پر آپ بھروسہ رکھتے ہیں کہ وہ آپ کو اس بغاوت کے جرم کی سزا بھگتنے سے بچا لے گی؟

ظلم کی وجہ

صاحبو! یہاں صرف حق ہی کا سوال نہیں ہے یہ سوال بھی ہے کہ خدا کی اس خدائی میں کیا کوئی انسان بادشاہی یا قانون سازی یا حکمرانی کا اہل ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں ایک معمولی مشین کے متعلق بھی آپ یہ جانتے ہیں کہ اگر اناڑی شخص جو اس کی مشنری سے واقف نہ ہو، اسے چلائے گا تو اسے بگاڑ دے گا۔ ذرا کسی ناواقف آدمی سے ایک موٹر ہی چلوا کر دیکھ لیجئے، ابھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس حماقت کا کیا انجام ہوتا ہے۔ آپ خود سوچئے کہ لوہے کی ایک مشین کا حال جب یہ ہے کہ صحیح علم کے بغیر اس کو استعمال نہیں کیا جا سکتا تو انسان جس کے نفسیات انتہا درجے کے پیچیدہ ہیں، جس کی زندگی کے معاملات بے شمار پہلو رکھتے ہیں اور ہر پہلو میں لاکھوں گتھیاں ہیں، اس کی پیچ در پیچ مشنری کو وہ لوگ کیا چلا سکتے ہیں جو دوسروں کو جاننا اور سمجھنا تو درکنار خود اپنے آپ کو بھی اچھی طرح نہیں جانتے، نہیں سمجھتے، ایسے اناڑی جب قانون ساز بن بیٹھیں گے اور ایسے نادان جب انسانی زندگی کی ڈرائیوری کرنے پر آمادہ ہوں گے تو کیا اس کا انجام کسی اناڑی شخص کے موٹر چلانے کے انجام سے کچھ بھی مختلف ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جہاں خدا کے بجائے انسانوں کا بنایا ہوا قانون مانا جا رہا ہے اور جہاں خدا کی اطاعت سے بے نیاز ہو کر انسان حکم چلا رہے ہیں اور انسان ان کا حکم مان رہے ہیں، وہاں کسی جگہ بھی امن نہیں ہے۔ کسی جگہ بھی آدمی کو چین نصیب نہیں، کسی جگہ بھی انسانی زندگی کی کل سیدھی نہیں چلتی۔ کشت و خون ہو رہے ہیں، ظلم اور بے انصافی ہو رہی ہے، لوٹ کھسوٹ برپا ہے، آدمی کا آدمی خون چوس رہا ہے، اخلاق تباہ ہو رہے ہیں، صحتیں برباد ہو رہی ہیں، تمام طاقتیں جو خدا نے انسان کو دی تھیں، انسان کے فائدے کے بجائے اس کی تباہی اور بربادی میں صرف ہو رہی ہیں، یہ مستقل دوزخ جو اسی دنیا میں انسان نے اپنے لئے آپ اپنے ہاتھوں بنالی ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس نے بچوں کی طرح شوق میں آکر اس مشین کو چلانے کی کوشش کی، جس کے کل پرزوں سے وہ واقف ہی نہیں۔ اس مشین کو جس نے بنایا ہے وہی اس کے رازوں کو جانتا ہے، وہی اس کی فطرت سے واقفیت رکھتا ہے، اسی کو ٹھیک معلوم ہے کہ یہ کس طرح صحیح چل سکتی ہے، اگر آدمی اپنی حماقت سے باز آجائے اور اپنی جہالت تسلیم کر کے اس قانون کی پابندی کرنے لگے جو خود اس مشین کے بنانے والے نے مقرر کیا ہے، تب تو جو کچھ بگڑا ہے وہ پھر بن سکتا ہے۔ ورنہ ان مصیبتوں کا کوئی حل ممکن نہیں ہے۔

بے انصافی کیوں ہے؟

آپ ذرا اور گہری نظر سے دیکھیں تو آپ کو جہالت کے سوا اپنی زندگی کے بگاڑ کی ایک اور وجہ بھی نظر آئے گی۔

ذرا سی عقل یہ بات سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ انسان کسی ایک شخص یا ایک خاندان یا ایک قوم کا نام نہیں ہے، تمام دنیا کے انسان بہرحال انسان ہیں، تمام انسانوں کو جینے کا حق ہے، سب اس کے حقدار ہیں ان کی ضرورتیں پوری ہوں، سب امن کے، انصاف کے، عزت اور شرافت کے مستحق ہیں، انسانی خوش حالی اگر کسی چیز کا نام ہے تو وہ کسی ایک شخص یا خاندان یا قوم کی خوش حالی نہیں بلکہ تمام انسانوں کی خوش حالی ہے ورنہ ایک خوش حال ہو اور دس بدحال ہوں تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان خوشحال ہے، فلاح اگر کسی چیز کو کہتے ہیں تو وہ تمام انسانوں کی فلاح ہے، نہ کہ کسی ایک طبقے کی یا ایک قوم کی۔ ایک کی فلاح اور دس کی بربادی کو آپ انسانی فلاح نہیں کہہ سکتے۔ اس بات کو اگر آپ صحیح سمجھتے ہیں تو غور کیجئے کہ انسانی فلاح اور خوش حالی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک اس کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں ہے کہ انسان کی زندگی کے لئے قانون وہ بنائے جس کی نظر میں تمام انسان یکساں ہوں، سب کے حقوق انصاف کے ساتھ وہ مقرر کرے۔ جو نہ تو خود اپنی کوئی ذاتی غرض رکھتا ہو، اور نہ کسی خاندان یا طبقے کی یا کسی ملک و قوم کی اغراض سے

وابستہ ہو۔ سب کے سب حکم اس کا مانیں جو حکم دینے میں نہ اپنی جہالت کی وجہ سے غلطی کرے، نہ اپنی خواہش کی بناء پر حکمرانی کے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھائے، اور نہ ایک کا دشمن اور دوسرے کا دوست، ایک کا طرفدار اور دوسرے کا مخالف، ایک کی طرف مائل اور دوسرے سے منحرف ہو۔ صرف اسی صورت میں عدل قائم ہو سکتا ہے، اسی طرح تمام انسانوں، تمام قوموں، تمام طبقوں اور تمام گروہوں کو ان کے جائز حقوق پہونچ سکتے ہیں، اور یہی ایک صورت ہے جس سے ظلم مٹ سکتا ہے اب میں پوچھتا ہوں کہ دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا بے لاگ، ایسا غیر جانبدار، ایسا بے غرض اور اس قدر انسانی کمزوریوں سے بالاتر ہو سکتا ہے؟ شاید آپ میں سے کوئی شخص میرے اس سوال کا جواب اثبات میں دینے کی جرأت نہ کریگا۔ یہ شان صرف خدا ہی کی ہے، کوئی دوسرا اس شان کا نہیں ہے۔ ان کمزوریوں سے کوئی انسان پاک نہیں ہوسکا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں خدا کے بجائے انسانوں کا قانون مانا جاتا ہے، اور خدا کے بجائے انسانوں کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے وہاں کسی نہ کسی صورت میں ظلم اور بے انصافی ضرور موجود ہے۔

ان شاہی خاندانوں کو دیکھئے، جو زبردستی اپنی طاقت کے بل بوتے پر امتیازی حیثیت حاصل کئے ہوئے ہیں، انہوں نے اپنے لئے وہ عزت، وہ ٹھاٹھ، وہ آمدنی، وہ حقوق اور وہ اختیارات مخصوص کر رکھے ہیں، جو دوسروں کے لئے نہیں ہیں۔ یہ قانون سے بالاتر ہیں، ان کے خلاف کوئی دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ چاہے کچھ کریں، ان کے مقابلے میں کوئی چارہ جوئی نہیں کی جاسکتی۔ کوئی عدالت ان کے نام سمن نہیں بھیج سکتی۔ دنیا دیکھتی ہے کہ یہ غلطیاں کرتا ہے مگر کہا یہ جاتا ہے اور ماننے والے بھی مان لیتے ہیں کہ بادشاہ غلطی سے پاک ہے، دنیا دیکھتی ہے کہ یہ معمولی انسان ہیں، جیسے اور سب انسان ہوتے ہیں، مگر یہ خدا بن کر سب سے اونچے بیٹھتے ہیں، اور لوگ ان کے سامنے یوں ہاتھ باندھے، سر جھکائے، ڈرے سہمے کھڑے ہوتے ہیں گویا ان کا رزق، ان کی زندگی، ان کی موت سب ان کے ہاتھ میں ہے، یہ رعایا کا پیسہ اچھے اور برے ہر طریقے سے گھسیٹتے ہیں، اور اسے اپنے محلوں پر، اپنی سواریوں پر، اپنے عیش و آرام اور اپنی تفریحوں پر بے دریغ لٹاتے ہیں، ان کے کتوں کو وہ روٹی ملتی ہے جو کمانے کر دینے والی رعایا کو نصیب نہیں ہوتی، کیا یہ انصاف ہے؟ کیا یہ طریقہ کسی ایسے عادل کا مقرر کیا ہوا ہو سکتا ہے جس کی نگاہ میں سب انسانوں کے حقوق اور مفاد یکساں ہوں؟

ان برہمنوں اور پیروں کو دیکھئے، ان نوابوں اور رئیسوں کو دیکھئے، ان جاگیرداروں اور زمینداروں کو دیکھئے، ان ساہوکاروں اور مہاجنوں کو دیکھئے، یہ سب طبقے اپنے آپ کو عام انسانوں سے بالاتر سمجھتے ہیں، ان کے زور و اثر سے جتنے قوانین دنیا میں بنے ہیں وہ انہیں ایسے حقوق دیتے ہیں جو عام انسانوں کو نہیں دیئے گئے۔ یہ پاک ہیں اور دوسرے ناپاک، یہ شریف ہیں اور دوسرے کمین، یہ اونچے ہیں اور دوسرے نیچے، یہ لوٹنے کے لئے ہیں اور دوسرے لٹنے کے لئے۔ ان کے نفس کی خواہشوں پر لوگوں کی جان، مال، عزت، آبرو، ہر ایک چیز قربان کر دی جاتی ہے۔ کیا یہ ضابطے کسی منصف کے بنائے ہوئے ہو سکتے ہیں؟ کیا ان میں صریح طور پر خود غرضی اور جانب داری نظر نہیں آتی؟

ان حاکم قوموں کو دیکھئے جو اپنی طاقت کے بل پر دوسری قوموں کو غلام بنائے ہوئے ہیں، ان کا کون سا قانون اور کون سا ضابطہ ایسا ہے جس میں خود غرضی شامل نہیں ہے؟ یہ اپنے آپ کو انسان اعلیٰ کہتے ہیں، بلکہ درحقیقت صرف اپنے ہی کو انسان سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک کمزور قوموں کے لوگ یا تو انسان ہی نہیں ہیں یا اگر ہیں تو ادنیٰ درجے کے ہیں۔ یہ ہر حیثیت سے اپنے آپ کو دوسروں سے اونچا ہی رکھتے ہیں، اور اپنی اغراض پر دوسروں کے مفاد کو قربان کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں، ان کے زور و اثر سے جتنے قوانین اور ضوابط دنیا میں بنے ہیں ان سب میں یہ رنگ موجود ہے۔

یہ چند مثالیں میں نے محض اشارے کے طور پر دی ہیں، تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ میں صرف یہ بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں جہاں بھی انسان نے قانون بنایا ہے وہاں بے انصافی ضرور ہوئی ہے۔ کچھ

انسانوں کو ان کے جائز حقوق سے بہت زیادہ دیا گیا ہے اور کچھ انسانوں کے حقوق نہ صرف پامال کئے گئے ہیں بلکہ انہیں انسانیت کے درجہ سے گرادینے میں بھی تامل نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ جب کسی معاملے کا فیصلہ کرنے بیٹھتا ہے تو اس کے دل ودماغ پر اپنی ذات یا اپنے خاندان یا اپنی نسل، یا اپنے طبقے یا اپنی قوم ہی کے مفاد کا خیال مسلط رہتا ہے، دوسروں کے حقوق اور مفاد کے لئے اس کے پاس وہ ہمدردی کی نظر نہیں ہوتی، جو اپنوں کے لئے ہوتی ہے، مجھے بتایئے، کیا اس بے انصافی کا کوئی علاج اس کے سواء ممکن ہے کہ تمام انسانی قوانین کو دریا برد کردیا جائے اور اس خدا کے قانون کو ہم سب تسلیم کرلیں جس کی نگاہ میں ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان کوئی فرق نہیں، فرق اگر ہے تو صرف اس کے اخلاق، اس کے اعمال اور اس کے اوصاف MERITS کے لحاظ سے ہے نہ کہ نسل یا طبقہ یا قومیت کے لحاظ سے؟

امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے؟

صاحبو! اس معاملے کا ایک اور پہلو بھی ہے، جسے میں نظر انداز نہیں کرسکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ آدمی کو قابو میں رکھنے والی چیز صرف ذمے داری کا احساس ہی ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہوجائے کہ وہ جو چاہے کرے، کوئی اس سے جواب طلب کرنے والا نہیں ہے اور نہ اس کے اوپر کوئی ایسی طاقت ہے جو اسے سزادے سکے، تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ شتر بے مہار بن جائیگا۔ یہ بات جس طرح ایک شخص کے معاملے میں صحیح ہے، اسی طرح ایک خاندان، ایک طبقے، ایک قوم اور تمام دنیا کے انسانوں کے معاملے میں بھی صحیح ہے، ایک خاندان جب یہ محسوس کرتا ہے کہ اس سے کوئی جواب طلب نہیں کرسکتا تو وہ قابو سے باہر ہوجاتا ہے، ایک طبقہ بھی جب ذمہ داری اور جواب دہی سے بے خوف ہوجاتا ہے تو دوسروں پر ظلم ڈھانے میں اسے کوئی تامل نہیں ہوتا، ایک قوم یا ایک سلطنت بھی جب اپنے آپ کو اتنا طاقتور پاتی ہے کہ اپنی زیادتی کے کسی برے نتیجہ کا خوف اسے نہیں ہوتا تو وہ جنگل کے بھیڑیئے کی طرح کمزور بکریوں کو پھاڑنا اور کھانی شروع کردیتی ہے، دنیا میں جتنی بدامنی پائی جاتی ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہی ہے جب تک انسان اپنے سے بالاتر کسی اقتدار کو تسلیم نہ کرے اور جب تک اسے یقین نہ ہو کہ مجھ سے اوپر کوئی ایسا ہے، جس کو مجھے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے اور جس کے ہاتھ میں اتنی طاقت ہے کہ مجھے سزادے سکتا ہے اس وقت تک یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ظلم کا دروازہ بند ہو، اور صحیح امن قائم ہوسکے۔

اب مجھے بتایئے کہ ایسی طاقت سوائے خداوند عالم کے اور کون ہوسکتی ہے؟ خود انسانوں میں سے تو کوئی ایسا نہیں ہوسکتا، کیونکہ جس انسانی گروہ کو بھی آپ یہ حیثیت دیں گے، خود اس کے شتر بے مہار ہوجانے کا امکان ہے، خود اس سے اندیشہ ہے کہ تمام فرعونوں کا ایک فرعون وہ ہوجائے گا اور خود اس سے یہ خطرہ ہے کہ خودغرضی اور جانب داری سے کام لے کر وہ بعض انسانوں کو گرائے گا اور بعض کو اٹھائے گا، یوروپ نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے مجلس اقوام بنائی تھی۔ مگر بہت جلدی وہ سفید رنگ والی قوموں کی مجلس بن کر رہ گئی۔ اور اس نے چند طاقتور سلطنتوں کے ہاتھ کھلونا بن کر کمزور قوموں کے ساتھ بے انصافی شروع کردی۔ اس تجربے کے بعد اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہ سکتا کہ خود انسانوں کے اندر سے کوئی ایسی طاقت برآمد ہونی ناممکن ہے جس کی بازپرس کا خوف فرداً فرداً ایک شخص سے لے کر دنیا کی قوموں اور سلطنتوں تک کو قابو میں رکھ سکتا ہو۔ ایسی طاقت لامحالہ انسانی دائرے سے باہر اور اس سے اوپر ہی ہونی چاہیے، اور وہ صرف خداوند عالم ہی کی طاقت ہوسکتی ہے۔ ہم اگر اپنی بھلائی چاہتے ہیں اور وہ صرف خداوند عالم ہی کی طاقت ہوسکتی ہے ہم اگر اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سواء کوئی چارہ کار نہیں کہ خدا پر ایمان لائیں، اس کی حکومت کے آگے اپنے آپ کو فرماں بردار رعیت کی طرح سپرد کردیں، اور اس یقین کے ساتھ دنیا میں زندگی بسر

کریں کہ وہ بادشاہ ہمارے کھلے اور چھپے سب کاموں کو جانتا ہے، اور ایک دن ہمیں اس کی عدالت میں اپنی پوری زندگی کے کارنامے کا حساب دینا ہے۔ ہمارے شریف اور پر امن انسان بننے کی بس یہی ایک صورت ہے۔

ایک شبہ

اب میں اپنے خطبے کو ختم کرنے سے پہلے ایک شبہ کو صاف کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو غالباً آپ میں سے ہر ایک کے دل میں پیدا ہو رہا ہوگا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ جب خدا کی حکومت اتنی زبردست ہے کہ خاک کے ایک ذرے سے لے کر چاند اور سورج تک ہر چیز اس کے قابو میں ہے اور جب انسان اس کی حکومت میں محض ایک رعیت کی حیثیت رکھتا ہے، تو آخر یہ ممکن کس طرح ہوا کہ انسان اس کی حکومت کے خلاف بغاوت کرے، اور خود اپنی بادشاہی کا اعلان کر کے اس کی رعیت پر اپنا قانون چلائے؟ کیوں نہیں خدا اس کا ہاتھ پکڑ لیتا، اور کیوں اسے سزا نہیں دیتا؟ اس سوال کا جواب میں چند مختصر الفاظ میں دوں گا۔

اصل یہ ہے کہ خدا کی حکومت میں انسان کی حیثیت قریب قریب ایسی ہے، جیسے ایک بادشاہ کسی شخص کو اپنے ملک کے کسی ضلع کا افسر بنا کر بھیجتا ہے، ملک بادشاہ ہی کا ہوتا ہے، رعیت بھی اسی کی ہوتی ہے، ریل، ٹیلیفون، تار، فوج اور دوسری تمام طاقتیں بادشاہ ہی کے ہاتھ میں رہتی ہیں، اور بادشاہ کی سلطنت اس ضلع پر چاروں طرف سے اس طرح چھائی ہوئی ہوتی ہے کہ اس چھوٹے سے ضلع کا افسر اس کے مقابلہ میں بالکل عاجز ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ چاہے تو اس کو پوری طرح مجبور کر سکتا ہے کہ اس کے حکم سے بال برابر منہ نہ موڑ سکے۔ لیکن بادشاہ اس افسر کی عقل کا، اس کے ظرف کا، اور اس کی لیاقت کا امتحان لینا چاہتا ہے، اس لئے وہ اس پر سے اپنی گرفت اتنی ڈھیلی کر دیتا ہے کہ اسے اپنے اوپر کوئی بالا اقتدار محسوس نہیں ہوتا۔ اب اگر وہ افسر عقل مند، نمک حلال، فرض شناس اور وفادار ہے، تو اس ڈھیلی گرفت کے باوجود اپنے آپ کو رعیت اور ملازم ہی سمجھتا رہتا ہے، بادشاہ کے ملک میں اسی کے قانون کے مطابق حکومت کرتا ہے، اور بادشاہ نے جو اختیارات دیئے ہیں انہیں خود بادشاہ کی مرضی کے موافق استعمال کرتا ہے، اس کے وفادارانہ طرز عمل سے اس کی اہلیت ثابت ہو جاتی ہے، اور بادشاہ اسے زیادہ بلند مرتبوں کے قابل پا کر ترقیوں پر ترقیاں دیتا چلا جاتا ہے، لیکن اگر وہ افسر بے وقوف، نمک حرام اور شریر ہو، اور رعیت کے وہ لوگ جو اس ضلع میں رہتے ہیں، جاہل اور نادان ہوں تو اپنے اوپر سلطنت کی گرفت ڈھیلی پا کر وہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس کے دماغ میں خود مختاری کی ہوا بھر جاتی ہے وہ خود اپنے آپ کو ضلع کا مالک سمجھ کر خود سرانہ حکومت کرنے لگتا ہے۔ اور جاہل رعیت کے لوگ محض یہ دیکھ کر اس کی خود سرانہ حکومت تسلیم کر لیتے ہیں کہ تنخواہ یہ دیتا ہے، پولیس اس کے پاس ہے، عدالتیں اس کے ہاتھ میں ہیں، جیل کی ہتھکڑیاں اور پھانسی کے تختے اس کے قبضے میں ہیں، اور ہماری قسمت کو بنانے یا بگاڑنے کے اختیارات یہ رکھتا ہے، بادشاہ اس اندھی رعیت اور اس باغی افسر دونوں کے طرز عمل کو دیکھتا رہتا ہے، چاہے تو فوراً پکڑ لے اور ایسی سزا دے کہ ہوش ٹھکانے نہ رہیں، مگر وہ ان دونوں کی پوری آزمائش کرنا چاہتا ہے، اس لئے وہ نہایت تحمل اور بردباری کے ساتھ انہیں ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے، تا کہ جتنی نالائقیاں ان کے اندر بھری ہوئی ہیں پوری طرح ظاہر ہو جائیں، اس کی طاقت اتنی زبردست ہے کہ اسے اس بات کا کوئی خوف ہی نہیں ہے کہ یہ افسر کبھی زور پکڑ کر اس کے تخت چھین لے گا۔ اسے اس بات کا بھی کوئی اندیشہ نہیں کہ یہ باغی اور نمک حرام لوگ اس کی گرفت سے نکل کر کہیں بھاگ جائیں گے اس لئے اسے جلد بازی کے ساتھ فیصلہ کر دینے کی کوئی ضرورت نہیں، وہ سالہا سال بلکہ صدیوں تک ڈھیل دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب یہ لوگ اپنی پوری خباثت کا اظہار کر چکتے ہیں، اور کوئی کسر اس کے اظہار میں باقی نہیں رہتی، تب وہ ایک روز اپنا عذاب ان پر بھیجتا ہے، اور وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ کوئی تدبیر اس وقت انہیں اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

صاحبو! میں اور آپ اور خدا کے بنائے ہوئے یہ افسر، سب کے سب اسی آزمائش میں مبتلا ہیں، ہماری عقل کا، ہمارے ظرف کا، ہماری فرض شناسی کا، ہماری وفاداری کا سخت امتحان ہو رہا ہے۔ اب ہم میں سے ہر شخص کو خود فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنے اصلی بادشاہ کا نمک حلال افسر یا رعیت بننا پسند کرتا ہے، یا نمک حرام، میں نے اپنی جگہ نمک حلالی کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں ہر اس شخص سے باغی ہوں جو خدا سے باغی ہے۔ آپ اپنے فیصلے میں مختار ہیں، چاہے یہ راستہ اختیار کریں یا وہ۔ ایک طرف وہ نقصانات اور وہ فائدے ہیں جو خدا کے یہ باغی ملازم پہنچا سکتے ہیں، اور دوسری طرف وہ نقصانات اور وہ فائدے ہیں، جو خود خدا پہنچا سکتا ہے، دونوں میں سے جس کو آپ انتخاب کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔